سلسلہ اشاعت امامیہ مشن پاکستان لاہور نمبر ۱۱۴

نرالی رات

(مجلس شام غریباں)

تحریر

سرکار رئیس الحفاظ علامہ حافظ کفایت حسین صاحب قبلہ

قیمت ۶ پیسے

امامیہ مشن پاکستان لاہور

کے مفید سلسلۂ اشاعت کا نمبر ۱۱۷ "نرالی رات" آپ کے پیش نظر ہے
کون انکار کر سکتا ہے کہ سانحہ کربلا شروع سے آخر تک سوز و گداز واقعات و نتائج کے لحاظ سے آپ اپنی مثال نہیں — جس پہلو پر بھی نظر ڈال کر دیکھیے اس سے متاثر ہوئے بغیر چارہ نہیں رہے گا۔ اور ذرا شام غریباں کے منظر کو تصور میں لائیے۔ اس وقت جب عزیزوں کے بے غسل و کفن لاشے، دل کے ٹکڑوں کی بے جان صورتیں، جلتے ہوئے خیمے، مخدرات عصمت کی بے پردگی ایسی عظیم مصیبتیں نازل ہو چکی تھیں یہ اہل بیت حسینؑ ہی تھے جو ایسے وقت میں بھی صبر و تحمل کی چٹان بنے ہوئے تھے ان کے سامنے حسینؑ کا پیش کردہ نصب العین تھا اور وہ اس کی تکمیل کے لئے کوشاں تھے اگرچہ سکینہؑ ابھی تک پیاسی تھیں اور حضرت زینبؑ بے مقنع و چادر تھیں مگر عزم و استقلال میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔

سرکار رئیس الحفاظ دام ظلہ نے جو ملت جعفریہ کے ایک بلند پایہ خطیب ہونے کی وجہ سے بین الاقوامی شہرت کے مالک ہیں اس مختصر تحریر میں "شام غریباں" کے متعلق واقعات کو اپنے مخصوص انداز میں بیان فرمایا ہے جسے ہم بشکریہ رضاکار لاہور پہلی بار شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں انشاء اللہ تعالیٰ آپ پڑھ کر محظوظ ہوں گے — افراد ملت کی خدمت میں التماس ہے کہ وہ اس کتابچہ کی توسیع اشاعت میں حصہ لے کر ثواب دارین حاصل کریں۔ والسلام

جون ۱۹۶۱ء

آنریری جنرل سکریٹری

کاملہ اس کو حریت کاملہ سے متصف کرے گی۔ اس وقت یہ انسان اس آیۃ کریمہ کا مصداق ہو جائے گا۔

لکیلا تاسوا علی مافاتکم ولا تفرحوا اتٰکم یعنی کسی چیز کے کھو جانے کا افسوس اور کسی دنیاوی شے کے مل جانے پر خوشی نہ ہو گی۔ اس کی خوشی منحصر ہو جائے گی مرضات خدا میں اور اس کا خوف ممدوح ہو جائے گا۔ خوف خدا میں گو یا یہ اپنے نفس کو رضاء خدا کے عوض فروخت کر چکا ہو گا۔ اس قسم کے لوگ کبریت احمر سے کمیاب تر اور عنقا کی طرح نادر الوجود ہیں۔ نایاب نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ ظرف امکان میں ان کی جگہ موجود ہے لیکن حضرات میں سے ایک سید الشہداء و مظلوم کربلا، امام حسین علیہ السلام کی ذات گرامی ہیں جو آج شام تک حریت فکر، حریت عقل اور حریت ذوق کی آخری منزلیں بلکہ ان کا آخری نقطہ اہل عالم کے سامنے پیش کر کے ابدیت کی نیند سو گئے۔ اور اس وقت ان کی لاش تمام ساتھیوں سمیت بے غسل و کفن اور تاریکی شب میں بے چراغ ریتلی زمین کربلا میں پڑی ہوئی بزبان حال بارگاہِ خدا میں عرض کر رہی ہے۔

" میرے پالنے والے! میرے پاس جو کچھ تھا تیری بارگاہ میں پیش کر دیا یہ سب کچھ میرا نہ تھا تیرا ہی تھا۔ میں نے تیری امانت بڑی خوشی اور انتہائی مسرت کے ساتھ تیرے حضور میں پیش کر دی۔ مجھے اپنی عریانی اور اپنی لاش کی پائمالی کا کوئی غم نہیں۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ ان سب حالات میں تو مجھ سے خوش تھا۔"

آزادی و غلامی دو ایسے لفظ ہیں جو نسبتوں کے بدلنے سے ممدوح و مذموم ہوتے رہتے ہیں اگر کسی کی غلامی خدا اور رسولؐ کی طرف منسوب ہو جائے تو ممدوح اسی طرح اگر حریت خدا اور رسولؐ سے متعلق ہو جائے کہ فلاں شخص خدا اور رسولؐ سے آزاد ہے تو یہ مذموم ہے اور اگر یہ آزادی خواہشات سے متعلق ہو جائے۔ یا ایں معنی کہ کہا جائے کہ فلاں شخص پنجہ خواہشات سے آزاد ہو گیا۔ تو ممدوح ہے ہم جس حریت کو ممدوح سمجھتے ہیں وہ آزادی عقل ہے اور جس غلامی کو مذموم جانتے ہیں۔ وہ خواہشات نفس کی غلامی ہے۔ ورنہ مطلق حیثیت سے نہ حریت ممدوح ہے نہ مذموم اور اسی طرح غلامی نہ متعلق اعتبار سے ممدوح ہے نہ مذموم۔ وہ غلامی سرمایہ ہے اور فخر و مباہات ہے۔ جو صرف خدا اور رسولؐ سے تعلق رکھتی ہو اور اس کا نام حقیقت میں دوسرے اعتبار سے حریت ہے وہ انسان مادر پدر آزاد بھی ہو سکتا ہے جو بدترین صفت ہے جو پابندی عقل کے مطابق ہو۔ وہ حقیقت میں حریت ممدوحہ ہے۔ انسان اس حریت سے اس وقت موصوف ہوتا ہے جب خواہشات کے پاؤں میں مضبوط اور سخت زنجیریں ڈال دے اور عقل کو ان پر مسلط کر دے۔ جتنا تسلط عقل کا زیادہ ہوتا جائے گا اسی قدر حریت سے اتصاف ہوتا جائے گا۔ یہاں تک کہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ انسان کے اعضا کی حرکت کا باعث اس کے خواہشات نفس نہ ہوں گے۔ بلکہ عقل محض ان کا سبب ہو گی۔ یہ وہ مقام ہے کہ ایسے شخص کو مرد حریت اور مرد کامل اور انسان کامل کہا جائے گا۔ اس وقت ظاہر بین نگاہیں اس کو پابند کہیں گی، لیکن انسانیت

عبداللہ بن عمر وغیرہ آئے اور جانے سے روکا۔ لیکن آپ ہر شخص کو اس کی ذہنیت کے موافق جواب دے کر خاموش کر دیا۔ محمد حنیفہ سے فرمایا کہ بھائی میرا جانا ضروری ہے مجھے خواب میں نانا نے حکم دیا ہے کہ اپنے مقتل کی طرف جلدی جاؤ۔ ابن عباس نے عرض کیا کہ اہل حرم کو نہ لے جائیں۔ فرمایا۔ اگر یہ نہ جائیں گے تو میرے مقصد میں کامیابی نہ ہوگی۔ منزل حاجر پر عبداللہ بن مطیع ملا۔ کہ آپ کوفہ نہ جائیں۔ ورنہ قریش بلکہ تمام عرب کی حرمت آپ کے قتل ہونے سے برباد ہو جائے گی۔ آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی

وان یصیبنا الا ما کتب اللہ لنا

کہ اس میں اس چیز کا سامنا کرنا ہے جو ہمارے واسطے خدا لکھ چکا ہے اور روانہ ہو گئے۔ اور اسی طرح اکثر لوگوں نے راستہ میں آپ کو منع کیا۔ آپ نہ رکے کیونکہ وہ ظاہر حال کو دیکھتے تھے اور حضرت باطن امر اور حقیقت واقعیہ سے مطلع تھے ہر شخص کہتا تھا کہ آپ مارے جائیں گے نہ جائیے۔ فرماتے تھے کہ یہی تو سوچ کر جا رہا ہوں۔ اللہ اکبر۔ کتنے خدا رسیدہ تھے وہ لوگ جو ان تمام باتوں کو حضرت سے سن کر ہراساں نہ تھے۔ اور کتنی غرق عشق خدا و رسول تھیں وہ بیبیاں جو ان تمام حالات کو جانتے ہوئے بھی خائف نہ تھیں۔ یہ ہے حریت کاملہ۔ آخر زمین کربلا پر پہنچے اور زمین دیکھ کر فرمایا کہ یہی وہ جگہ ہے جہاں ہماری لاشیں تڑپیں گی دوسری محرم کو کربلا میں پہنچے۔ تیسری سے یزید کی فوجیں آنے لگیں۔ ساتویں سے پانی بند ہوا اور دسویں محرم کو عصر کے وقت تمام قافلہ لٹ گیا۔ مرد بلکہ بچے بھی شہید ہو گئے۔

یزید بن معاویہ بن ابوسفیان نے سنہ ۶۰ ہ میں تخت حکومت پر بیٹھتے ہی حاکم مدینہ کو حکم نامہ لکھ بھیجا کہ حسینؑ بن علیؑ سے میری بیعت لے لو۔ اگر انکار کریں تو سر کاٹ کر بھیج دو۔ حاکم مدینہ نے یہ حکم نامہ حسین علیہ السلام کو سنایا۔ آپ نے فرمایا یہ کبھی نہ ہوگا۔ میرے نانا نے اس دین کو قائم کرنے میں بڑی محنتیں کیں اور بڑی زحمتیں اٹھائی ہیں۔ میں کبھی انہیں برباد نہ ہونے دوں گا۔ زیادہ سے زیادہ میں تباہ ہو جاؤں گا۔ تو ہو جاؤں۔ لیکن دینِ خدا کی بربادی کبھی گوارا نہ کروں گا۔ مدینہ سے نکلے "تاکہ یزید کے حکم پر عمل ہونے کی صورت میں حرم رسولؐ یعنی مدینہ کی بے حرمتی نہ ہو۔ مکہ آئے۔ یزید کی طرف سے حاجیوں کے لباس میں قاتل بھیجے گئے۔ حج کو عمرہ سے بدل کر مکہ سے نکل پڑے۔ "تاکہ حرم خدا کی بے عزتی نہ ہو اپنے ہمراہ بہنوں، بیویوں، بیٹیوں اور بھتیجوں، بھانجوں کو لیا۔ تاکہ ان کی گرفتاری سے یزید کی دشمنی رسولؐ اہلِ عالم پر عیاں ہو جائے۔ ان سب سے عہد لیا کہ میرے بعد مظالم کو خوشی سے سہنا ہے۔ بھائی بھتیجے، بھانجے اور بچے اپنے ساتھ لیئے تاکہ اتنے بے گناہوں کا خون اس طرح رنگ لائے کہ اندھی آنکھیں بھی دیکھ سکیں۔" اپنے دوستوں کو لے گئے تاکہ دنیا مستقبل میں ان کے حالات معلوم کر کے سمجھ سکے کہ جس کے دوست ایسے تھے وہ خود کیسا ہو گا۔ کیونکہ کسی شخص کے اصل حالات معلوم کرنے کا بہترین ذریعہ اس کے احباب ہوتے ہیں جو لوگ نفع دنیا کی غرض سے ساتھ ہو لئے۔ انہیں ہر مقام پر الگ کرتے ہوئے کربلا میں پہنچ گئے۔ مکہ سے روانہ ہونے لگے تو عبداللہ بن زبیر اور

دلاسا دیتی ہیں کبھی اصحابِ حسینؑ کی بیویوں سے فرماتی ہیں بی بیو! تمہارا ہم پر بہت احسان ہے ہماری خاطر تمہارے وارث مر گئے۔ تمہیں یہ مظالم ہماری وجہ سے جھیلنے پڑے وہ جواب میں کہتی ہیں شہزادی! آپ یہ کیا فرماتی ہیں؟ یہ آپ کا احسان ہے کہ ہمارے وارث خدا اور رسولؐ کے دین کی خدمت کر سکے۔ اب وہ رسول اللہؐ کی خدمت میں پہنچ گئے یہ مصائب ہمارے واسطے کچھ نہیں۔ ہماری مصیبت یہ ہے کہ آپ کو اس حالت میں دیکھ رہی ہیں۔ کبھی ان کے بچوں کو گود میں لے کر بہلاتیں اور کبھی حسینؑ کا تصور کر کے کہتی ہیں۔ بھیا حسینؑ! تم دنیا کی مصیبتوں کو ختم کر کے نانا کی خدمت میں پہنچ گئے یہ لٹا ہوا قافلہ بہن کے سپرد کر گئے ہو۔ میرے بھائی گھبرانا نہیں۔ زینبؑ اس وقت تک دم نہ لے گی جب تک ان ظالموں کے چہروں سے جعلی نقاب اسلام کو چاک نہ کر دے گی۔ اب تیری مظلومی اور بے کسی کی شہر بشہر اور دیار بدیار منادی کرتی ہوئی شام تک جاؤں گی اور جب تک یزید کے دربار میں تیری بے گناہی کا اعلان کر کے اہلِ شام کی ذہنیت میں انقلاب نہ پیدا کر دوں گی مدینہ واپس نہ جاؤں گی۔

رسولؐ کی نواسی نے جو کچھ کہا تھا کر کے دکھلا دیا۔ جب یزید کے دربار میں خطبہ پڑھا ہے تو کوئی شخص نہ تھا جو رو نہ رہا ہو۔ شام والے ایک دوسرے سے کہتے تھے کہ ہم قیامت تک روسیاہ ہو گئے کہ اولاد فاطمہؑ کو قید کر کے لائے۔ گھروں میں عورتیں اپنے مردوں سے کہتی تھیں کہ بے غیرتو! تم نے اپنی عورتوں کو پردہ میں بٹھلا رکھا ہے اور فاطمہؑ زہرا کی بیٹیاں بازاروں اور درباروں میں بے پردہ لائے ہو؟

آج شام کے وقت رسولؐ کے نواسے کی لاش بھی پامال ہو چکی۔ اہل حرم کے خیموں میں آگ لگ چکی۔ بیبیاں لٹ چکیں۔ سروں سے چادریں چھن چکیں۔ بچوں کے گوشوارے چھن گئے۔ اب بیبیاں بچوں کو جمع کر کے خاک پر بیٹھی ہوئی ہیں کبھی کبھی خیموں کے جلے ہوئے ستونوں سے ہوا کے جھونکے چنگاریاں پیدا کر کے فضائے تاریک کے دامن کو چاک کر دیتے تھے۔ کل تک بیویوں کے وارث، بہنوں کے بھائی، ماؤں کے فرزند زندہ تھے۔ بھوکی پیاسی تھیں۔ مگر اطمینان تھا کہ سر پر وارث موجود ہیں خیموں میں باپردہ بیٹھی ہوئی تھیں۔ مگر اب وارثوں کی لاشیں بے گور و کفن پڑی ہوئی ہیں اور کوئی بی بی لاش پر جا کر رو بھی نہیں سکتی۔ کچھ بچے گم ہو گئے ہیں۔ فاطمہ زہراؑ کی بیٹی، رسولؐ خدا کی نواسی ان کو تلاش کرنے قتل گاہ کی طرف آئی ہے۔ ایک بچی کو دیکھا۔ کہ باپ کی کٹی ہوئی گردن پر منہ رکھے ہوئے فریاد کر رہی ہے۔ بابا خیمے جل گئے۔ پھوپھی کے سر سے چادر اتر گئی۔ دیکھئے میرے کانوں سے خون جاری ہے میرے گوشوارے کھینچ کر اتار لئے گئے۔ دو بچے اس طرح ملے کہ ریت پر ایک دوسرے کے گلے میں باہیں ڈالے ہوئے پڑے تھے۔ رسولؐ کی نواسی اول تو یہ سمجھیں کہ سو رہے ہیں لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ دونوں اس دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں۔ اب سارا بوجھ علیؑ کی بیٹی پر پڑ گیا۔ کبھی امام زین العابدینؑ کے پاس جاتی ہیں۔ جو خاک پر پڑے ہیں کبھی غش طاری ہو جاتی ہے اور کبھی ہوش آ جاتا ہے تو کراہتے ہوئے پوچھتے ہیں۔ پھوپھی جان۔ کیا سب مارے گئے۔ میرے چچا عباس کہاں ہیں؟ میرے بھائی علی اکبر کہاں ہیں؟ میرے باپ کی لاش کدھر ہے؟ جناب زینبؑ تسلی دیتی ہیں۔ بیٹا۔ وہ اپنا وعدہ پورا کر گئے اب تمہیں اپنا وعدہ پورا کرنا ہے۔ کبھی جناب سکینہؑ کو گود میں لے کر پیار کرتیں اور